ہمیں فکر و نظر سے عاری ، اخلاق و شرافت سے بیگانہ 'رہنماؤں' سے جن کے پاس متاعِ غرور کے سوا کوئی سرمایہ نہیں ہے، چوکنا رہنا چاہیے جو آدم کی اولاد کو جنت سے نکالنے کے لیے برابر سعی ناتمام کرتے رہتے ہیں ۔

اورنگ زیب عالمگیر کی موت سے لے کر ۱۹۴۷ء تک ہمارے آبا واجداد غم و حزن کی جس طویل سیاہ رات سے گزرے ہیں، اس کی جان کنی کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے، اس طویل دور میں، جو ڈھائی صدیوں پر محیط ہے، صرف حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی شخصیتیں ایسی کامیاب شخصیتیں ہیں، جو ایک نجات دہندہ کی حیثیت سے ہمارے سیاسی سٹیج پر کچھ وقت کے لیے نمودار ہوئی تھیں، لیکن اپنوں کی بے وفائی اور غیروں کی عیاری نے ٹیپو کی جان لے کر چھوڑی - حیدر علی اور ٹیپو کے بعد پاکستان کا قیام مسلم سیاست کی دوسری کامیاب کوشش تھی، جس نے ہمیں اپنی تقدیروں کا فیصلہ کرنے کا حق دیا ہے، چنانچہ اقبال کی کامیاب برسی منانے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے عقل و دانش، حزم و احتیاط اور اخلاق و شرافت کی راہ، جس پر چل کر ہم اپنے اجتماعی اور اقتصادی نظام کو خوب سے خوب تر بنا کر اپنے مستقبل کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں ۔ ورنہ نعرہ بازی، ہنگامہ آرائی، تشدّد و نفرت، ہوا و ہوس کی غلامی سے ہمیں رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہمیں اپنے مقدس مقصد کے حصول کے لیے اخلاقی راہ ہی کو اختیار کرنا ہوگا ۔ یہی وقت کا تقاضہ ہے اور یہی ہماری اخلاقی اور روحانی روایات کا مطالبہ ہے ۔

کشمیر کی خوں چکاں داستان اور علّامہ اقبالؒ

المعارف کے گزشتہ شمارے میں بوسنیا اور فلسطین میں بسنے والے مسلم خون کا تذکرہ آیا تھا، آج ہم اسی خوں چکاں داستان کی ایک دوسری کڑی کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ خونی ڈرامہ ادھر تقریباً اسّی سال سے کشمیر کے سٹیج پر رچایا جا رہا ہے۔ اس ڈرامے کا سب سے

تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ جن لوگوں نے اہلِ ہند کی آزادی کے لیے برطانوی سامراج کے خلاف ایک کامیاب جنگ لڑی تھی، آج انہی لوگوں کے جانشین کشمیر میں انسانی وقار کا گلا گھونٹ رہے ہیں، بچے یتیم بنائے جا رہے ہیں اور عورتیں بیوہ۔ انسانی بستیاں ویران ہو رہی ہیں اور کشمیر کی پوری وادی میں سیاسی اور شہری حقوق معطل ہیں۔ ۱۹۸۷ء سے صدر راج قائم ہے جو دستور، نمائندہ حکومت اور شہری آزادی کی نفی کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔

آج کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے لیے دہلی کے حکمرانوں کی "سیاسی انا" شاید کوئی وجہ جواز تلاش کر لے، اور دُنیا کو حقائق سے بے خبر رکھنے کے لیے کوئی عذر بھی تراش لے، لیکن اہلِ علم جانتے ہیں کہ کشمیر کی تحریکِ آزادی قیامِ پاکستان سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی۔ ۱۹۳۱ء میں ڈوگرا راج نے مسلم آبادی پر اس قدر ظلم ڈھائے تھے کہ اس کی آواز لندن کے ایک خفیہ سرکاری اجتماع میں سنی گئی تھی۔ اس اجتماع میں ڈاکٹر اقبال نے برطانوی حکومت کے ایک بڑے افسر کے سامنے ڈوگرا راج کی استبدادی پالیسی اور مسلم خواتین اور بچوں پر ڈھائے گئے ظلم پر ایک موثر تقریر کی تھی۔ ہم لندن میں انڈیا آفس لائبریری میں بعض فائلیں دیکھ رہے تھے کہ ڈاکٹر اقبال اور کشمیر سے متعلق ایک فائل مل گئی۔ یہ تقریر پہلی بار "المعارف" میں شائع کی جا رہی ہے۔ (ملاحظہ ہو انگریزی متن صفحہ ۲۳ تا ۳۱ — اردو ترجمہ صفحہ ۲۲ تا ۲۷)

واقعہ یہ ہے کہ کشمیر کے حالیہ المیے پر نہ صرف پوری دُنیا کے منصف مزاج اصحاب درد سخت کرب و الم میں مبتلا ہیں اور اس پیچیدہ گتھی کو سلجھانے کے لیے پریشان ہیں، بلکہ خود بھارت کی قدیم اخلاقی اور روحانی قدریں اور جدید بھارت کی سیکولر روح، جو اپنی فطرت میں بہ قول ڈاکٹر رادھا کرشنا، روحانی واقع ہوئی ہے، اس ہولناک ڈرامے پر ایک مدت تک ماتم کرتی رہے گی۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اگر آج بھارت میں گاندھی جی زندہ ہوتے تو وہ کشمیر میں بہنے والے انسانی خون کو روکنے کے لیے مرن برت رکھتے اور وہی کچھ کرتے جو انھوں نے دہلی کے خوفناک فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے کے لیے (۱۹۴۷ء) میں کیا تھا۔ اُنھوں نے اپنا خون دے کر اس آگ کو بجھایا تھا اور ان کی دکھی آتما نے جسم کی قربانی دے کر شانتی پائی تھی۔ ان کی اس قربانی کو نہ صرف ساری دُنیا